Urdu Research Journal Tashkeel ISSN (Online): 3007-3294, ISSN (Print): 3007-3286
Article Received: 10-03-2026 / Accepted: 28-06-2026 / Published: 30-06-2026
https://creativecommons.org/licenses/by-nc/4.0/
Doi: https://doi.org/10.66457/tashkeel.v4i1.59

شازیہ ظہور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، شہیدِ ملت گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، عزیز آباد، کراچی

مشتاق احمد یوسفی کی کردار نگاری

Shazia Zahoor
Assistant Professor, Department of Urdu, Shaheed-e-Millat Govt. Degree College for Women, Azizabad, Karachi
Email: shazizahoor2123@gmail.com
ORCID: https://orcid.org/0009-0009-6428-9388

Characterization in the Writings of Mushtaq Ahmad Yousufi

ABSTRACT
Mushtaq Ahmad Yusufi (September 4, 1921- June 20, 2018) holds a unique position in Urdu literature, based on his distinctive style of writing especially in the genre of Humor. His extensive study and in depth observations make his written works highly effective, his literary style captures the reader from a fresh perspective while keeping them fully engaged. He is a master humorist and satirist in Urdu literature, a fact for which his work provides perfect proof. He introduces many humorous characters to readers of Urdu literature. This article focuses on the characters of Mirza Abdula Wadood Baig, Qazi Abdul Qadoos, Agha Tameez Ul Rehman, Sheikh Sibghat Ullah, Zargham Ul Islam written by Mushtaq Ahmad Yousufi in his book Chiragh Talay, Khakam Badahan, Shaam e Shair e Yaran.
Keywords: *Mushtaq Ahmad Yousufi, Chiragh Talay, Khakam Badahan, Shaam e Shair e Yaran, Mirza Abdul Wadood Baig, Qazi Abdul Qadoos, Agha Talmeez Ul Rehman, Shaikh Sibghat Ullah, Zarghamul Islam, Humorist*

دورِ جدید کا دبستانِ مزاح مشتاق احمد یوسفی کے ذکر کے بغیر ادھورا ہے۔ یوسفی نے اُردو مزاح نگاری میں جو اُسلوبی تجربات کیے وہ نہ صرف مزاح کے مختلف زاویوں کو آشکار کرتے ہیں بلکہ مزاح کو ادبِ عالیہ کا مقام بھی عطا کرتے ہیں۔ مشتاق احمد یوسفی کی ہر ادبی کاوش میں تہذیب و تمدن، عصرِ رواں کی لسانی روانی، جملوں کے نت نئے معنی اور طنزومزاح کی چاشنی میں ڈوبے نشتر وہ کام کرتے ہیں جس کے لیے کوئی مبلغ برسوں محنت کرتا ہے۔ یوسفی کا مزاح کسی نہ

کسی کردار یا واقعے کی بنت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے جس میں وہ کمال مہارت سے قاری کو اپنے سحر میں مبتلا کر لیتے ہیں۔ یوسفی کی مزاح نگاری کے بارے میں ڈاکٹر عابدہ نسیم کا کہنا ہے:

> "مشتاق احمد یوسفی ہمارے عہد کے بڑے نثر نگار ہیں۔ وہ محض مزاح نگار نہیں ہیں بلکہ مزاح کے پردے میں ایک نبض شناس سماجی ماہر ،ایک صاحبِ بصیرت افروز، ایک زیرک نفسیات داں اور ایک منجھا ہوا فکشن نگار چھپا بیٹھا ہے۔ انھوں نے اپنے عہد کے سماجی حقائق کو ایک صاحبِ بصیرت کی نظر سے دیکھا اور ایک درد مند دانش ور کی حیثیت سے پرکھ کر ایک فکشن نگار کے تخلیقی تجربے کے ساتھ پیش کیا۔" (1)

یوسفی ایک صاحبِ طرز مزاح نگار ہیں۔ انھوں نے اُردو مزاح میں اپنے ہم عصر ادیبوں کی نسبتاً کم لکھا لیکن ان کی شہرت کا معیار ہمیشہ بلند رہا۔ یہ اُن خوش نصیب ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جنھیں زندگی ہی میں شہرت و مقبولیت کا درجہ نصیب ہوا۔ انھوں نے مزاح میں ایسے سماجی پہلوؤں کو اُجاگر کیا جو روز مرہ انسانی زندگی میں شامل ہیں۔ ان عام فہم موضوعات کو یوسفی نے سماج کا باشعور فرد ہونے کے ناطے اپنے دلکش اُسلوب کی بہ دولت خاص بنا کر پیش کیا جس میں سماجی اور عصری مسائل کی نشاندہی سلیقے سے برتی ہے۔ یوسفی کے موضوعات کا دائرہ وسیع ہے۔ ان کے یہاں نثر میں اُسلوب کا جو لطف ہے وہ کم ہی مزاح نگاروں کے یہاں پایا جاتا ہے۔ اُردو ادب پر انھیں مکمل عبور حاصل ہے۔ نثر کے ساتھ شاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے مضامین میں اشعار اور مصرعوں میں تحریف نگاری کی بہترین مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کے فن کی یہ خوبی ہے کہ انھوں نے چھوٹے سے واقعے کو بھی اپنے اُسلوبِ ہنر سے ادبی وقار عطا کیا۔ یوسفی نے اپنے فن پاروں میں جملوں کی بناوٹ، الفاظ کی ترتیب، پلاٹ کا انتخاب، مکالموں کی ادائی، تخیل کی بلند پرواز، دانشورانہ انداز، صوتی آہنگ جس میں موضوع کی مناسبت سے لہجے ترتیب دیے ہیں؛ انھیں پڑھ کر قاری کا دماغ روشن و بیدار ہوتا ہے اور وہ اِن بامقصد تحریروں کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔

مشتاق احمد یوسفی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز مضمون "صنفِ لاغر" سے کیا جب کہ اُن کی پہلی تصنیف ہونے کا اعزاز "چراغ تلے" کو حاصل ہوا جس کے بعد بالترتیب مزید چار کتابیں خاکم بدہن، زرگزشت، آبِ گم اور شامِ شعرِ یاراں منصۂ شہود پر آتی گئیں۔ اُردو ادب میں یہ پانچوں کُتب کسی بیش قیمت سرمائے سے کم نہیں ہیں۔ چراغ تلے سے یوسفی کی شہرت اور مقبولیت کی ابتدا ہوئی۔ اُسلوبِ نگارش اور موضوعات کے اعتبار سے یہ کتاب طنز و مزاح کی روایت میں اہم اضافہ ثابت ہوئی۔ خاکم بدہن میں یوسفی کے فن کی پختگی اور فکر کی بلندی چراغ تلے کی نسبت زیادہ نمایاں ہے۔ زرگزشت یوسفی کی نوعمری کی یادوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں انھوں نے اپنی بینک کی ملازمت کا احوال قلم بند کیا جسے اپنی تحریف نگاری کے دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔ آبِ گم طنز و مزاح کے پردے میں سماجی خامیوں کا عمدہ شاہ کار

ہے جس نے قاری کو اپنے سحر میں رکھا۔ اس کتاب کا اُسلوب افسانوی ہے ۔شام شعر یاراں میں یوسفی کے خطبات، تقاریر اور مضامین شامل ہیں جو انھوں نے مختلف تقریبات میں پڑھے۔اِس کتاب کے اُسلوب میں تنقیدی اور تحقیقی رنگ شامل ہے۔ یہ کتاب انھوں نے اپنی زندگی کے آخری دور میں تحریر کی۔ مجموعی طور پر تمام تخلیقاتِ یوسفی ان کے عمیق مطالعے اور وسعتِ فکر و نظر کا بین ثبوت ہیں۔یوسفی کی تصانیف کی اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تمام کتب کے مقدمات شگفتہ اور پُر لطف انداز سے بقلم خود تحریر کیے ہیں جو ادب میں نئی روایت کی ابتدا ہے یہ۔ مقدمات انتہائی دلچسپی کی حامل تحریریں ہیں۔یوسفی مقدمات لکھنے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"اپنا مقدمہ بقلم خود لکھنا کارِ ثواب ہے کہ اس طرح دوسرے جھوٹ بولنے سے بچ جاتے ہیں۔دوسرا فائدہ یہ کہ آدمی کتاب پڑھ کر قلم اٹھاتا ہے۔ورنہ ہمارے نقاد عام طور سے کسی تحریر کو اس وقت تک غور سے نہیں پڑھتے جب تک انھیں اس پر سرقے کا شبہ نہ ہو۔"(2)

یوسفی کے اُسلوبِ نگارش کی منفرد خوبی ہے کہ انھوں نے اپنی تخلیقات میں مزاح پیدا کرنے کے لیے مختلف مزاحیہ کرداروں کو متعارف کروایا۔ یہ تمام کردار ہمارے سماج کی عمدہ عکاسی کرتے ہیں۔ ان اہم کرداروں کی مدد سے یوسفی نے معاشرے میں پھیلی خامیوں کی نشاندہی کی۔ یوسفی کے یہ کردار تفریحِ طبع کا سامان مہیا کرتے ہیں اوران سے لغزشیں بھی سرزد ہوتی ہیں۔ یہ کردار اپنی کوتاہیوں کے سبب سماج میں چھپی برائیوں کو سامنے لاتے ہیں۔یوسفی کے کردار ان کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتے بلکہ کسی بھی رخ پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ انھوں نے ان کرداروں کی تعمیر و تشکیل بڑے طریقے اور سلیقے سے کی ہے ۔یوسفی کو کردار نگاری میں مکمل دسترس ہے۔ ان کے کردار معاشرے کے زندہ جاوید کردار معلوم ہوتے ہیں جو باتیں وہ خود کہنے سے گریزاں رہے اپنے کرداروں کی زبانی کہلواتے ہیں۔ ان کے کرداروں کا آپس میں ربط ضرور ہے لیکن اپنی اپنی انفرادیت لیے ہوئے ہیں۔کچھ لمبے عرصے تک ساتھ رہتے ہیں اور کچھ کم وقت کے لیے سامنے آتے ہیں لیکن اپنا گہرا نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کے کردار مزاحیہ حرکات سے قاری کو متاثر نہیں کرتے بلکہ مزاح سے بھرپور مکالمے ادا کرتے ہیں۔پروفیسر جیلانی کامران،یوسفی کے کرداروں کی بابت کہتے ہیں:

"مشتاق احمد یوسفی کی تحریروں سے کرداروں کی ایک متنوع اور بڑی تعداد بھی ظاہر ہوتی ہے جو جیتے جاگتے لوگوں کے پیکروں سے تشکیل ہوئی ہے۔ان میں کوئی شخص ایسا نہیں،جو برا دکھائی دے اور جس کے ساتھ چند لمحے گزارنے میں قاری کو کوئی عذر ہو۔ مصنف کے وسیع مطالعے کے پیشِ نظر ان کرداروں میں بعض جانے پہچانے کرداروں کی جھلک بھی

دکھائی دیتی ہے لیکن گمان ہوتا ہے کہ مشتاق احمد یوسفی کے قبضۂ قدرت میں آجانے کے بعد دوسری ادبیات کے ماڈل کردار بدل گئے ہیں اور جو کردار سامنے آیا ہے، وہ اپنی ہی مٹی کا بنا ہوا ہے شخص دکھائی دیتا ہے۔ یہ پہلو اس قدر جاذبِ نظر ہے کہ اس پر ہر دردمند گفتگو کرنے کو آمادہ رہے گا کہ ان کرداروں میں ایک عہد کی نسل شامل ہے اور ایک نئے قائم ہوتے ہوئے ملک کے مسافرانِ وطن شامل ہیں اور ان حالات میں گھرے ہوئے وہ لوگ دکھائی دیتے ہیں جنھوں نے 1947ء میں ایک ملک قائم ہوتے ہوئے دیکھا اور جس کی خاطر وہ اپنی جان سے گزرنے کے لیے تیار بھی ہو گئے۔"[3]

مشتاق احمد یوسفی نے اپنی فن کارانہ صلاحیتوں کے طفیل جو مختلف کردار اپنے تخلیقی فن پاروں میں پیش کیے ان میں کچھ نمایاں نام مرزا عبد الودود بیگ (مرزا)، پروفیسر قاضی عبد القدوس ایم اے بی ٹی (گولڈ میڈلسٹ)، آغا تلمیذ رحمٰن چاکسوی، شیخ صبغت اللہ (صبغے اینڈ سنز) اور ضرغام الاسلام صدیقی شامل ہیں۔

مرزا عبد الودود بیگ (مرزا)، یوسفی کے تخلیق کردہ تمام کرداروں میں اہم اور مرکزی حیثیت رکھتا ہے جسے انھوں نے اپنا ہم زاد قرار دیا اور اس کی درازیِ عمر کے لیے دعا بھی کی ہے۔ اس کا تعارف انھوں نے اپنی پہلی تصنیف "چراغ تلے" کے مقدمے "پہلا پتھر" میں پیش کیا ہے۔ اس شاہکار کردار سے پہلے کسی مزاح نگار نے ہم زاد متعارف نہیں کرایا تھا۔ مرزا حساس طبعیت کا مالک ہے جو سماج کی ناانصافیوں پر گہری نظر رکھتا ہے اور لوگوں کو اُن کا جائز حق دلوانے کا خواہاں ہے۔ یوسفی نے مرزا کے کردار کی بدولت مضامینِ یوسفی میں شوخی، دلکشی اور سنجیدگی کے پہلو پیدا کیے ہیں۔ یوسفی اپنے محبوب کردار مرزا کی زبانی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"کہنے لگے، خانساماں وانساماں غائب نہیں ہو رہے بلکہ غائب ہو رہا ہے۔ وہ ستر قسم کے پلاؤ کھانے والا طبقہ جو بٹلر اور خانساماں رکھتا تھا اور اڑد کی دال بھی ڈنر جیکٹ پہن کر کھاتا تھا۔ اب اس وضع دار طبقے کے افراد باورچی نوکر رکھنے کے بجائے نکاح ثانی کر لیتے ہیں۔ اس لیے کہ گیا گزرا باورچی روٹی کپڑا اور تنخواہ مانگتا ہے جب کہ منکوحہ فقط روٹی کپڑے پر ہی راضی ہو جاتی ہے بلکہ اکثر و بیشتر کھانے اور پکانے کے برتن بھی ساتھ لاتی ہے۔"[4]

یوسفی نے سماجی نقطۂ نظر بیان کرنے کے لیے اکثر جگہوں پر مرزا کا سہارا لیا ہے۔ یوں مرزا کے کردار میں مصنف کی شخصیت کا عکس جھلکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جہاں یوسفی کوئی بات یا واقعہ بیان کرنے سے ہچکچاتے وہیں وہ مرزا کا سہارا لیتے ہیں اور طنز و مزاح کے تناظر میں وہ مکالمے کہلوا دیتے ہیں جو لبوں پر مسکراہٹیں بکھیر دیتے ہیں۔ مرزا یوسفی کا محبوب ترین کردار ہے جس کی گنجائش انھوں نے تقریباً اپنے ہر فن پارے میں نکالی ہے۔ مرزا کے کردار کے تمام پہلوؤں سے

انھوں نے قاری کو روشناس کرایا جس سے مرزا کا ایک سوانحی خاکہ ذہن میں ابھرتا ہے جیسے : عادت واطوار، پسند و نا پسند، سوچ و شعور، فلسفیانہ سوچ، ضدی پن، شوخی، ذہانت، وہمی، انا پرست، باتونی، معصومیت، حاضر جوابی، کھانے کے شوقین، ان باتوں کو مد نظر رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا پہلو دار اور بزلہ سنج شخصیت کے مالک ہیں۔ دوسروں پر ہنسنا جانتے ہیں اور خود بھی مزاح کا نشانہ بنتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی "مرزا" کے کردار کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> "یہ کردار ہماری روایت اور یوسفی صاحب کے تجربے کی چیز ہے۔ وہ حماقتیں جو ہمارے معاشرے کی حقیقتیں ہیں ،اس کے اندر اسی زور اور استقلال سے موجود ہیں جیسی کی معاشرے میں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں اس کی کردار نگاری میں مبالغہ سے بھی کام لیا گیا ہے مگر یہ مبالغہ دور از قیاس نہیں ہوتا۔"(5)

پروفیسر قاضی عبد القدوس ایم۔اے، بی۔ٹی (گولڈ میڈلسٹ) لکھ کر گولڈ میڈلسٹ کے نیچے احتیاطاً خط کھینچ دیا کرتے تھے کہ بندہ بشر ہے ،مبادا نظر چوک جائے۔ یوسفی کا یہ دوسرا اہم مزاحیہ کردار ہے جسے انھوں نے اپنی تخلیق "خاکم بدہن" کے مضمون "پروفیسر" میں متعارف کرایا۔ اس کردار کو کبھی قاضی اور کبھی پروفیسر کہہ کر مخاطب کیا۔ یوسفی نے ہنر مندی سے اس دلچسپ کردار کی تشکیل میں بڑی خوب صورتی سے رنگ بھرے ہیں۔ یہ مزاح اور طنز سے بھرپور کردار ہے۔ یوسفی، پروفیسر کا تعارف اس طرح بیان کرتے ہیں:

> "پروفیسر قاضی عبد القدوس ایم۔اے، بی ٹی گولڈ میڈلسٹ (مرزا سے روایت ہے کہ یہ طلائی تمغہ انھیں مڈل میں بلاناغہ حاضری پر ملا تھا) یونیورسٹی کی ملازمت سے مستعفی ہونے کے بعد بنک آف چاکسولمیٹڈ میں بحیثیت ڈائریکٹر پبلک ریلیشنز اینڈ ایڈورٹائزنگ دھانس دیے گئے تھے۔"(6)

پروفیسر کی حماقتوں اور بے وقوفیوں سے یوسفی کی تحریروں میں تفریح کا عنصر غالب ہے۔ وہ اپنی نادانیوں پر کبھی شرمندہ نہیں ہوتے؛ حد درجہ معصوم شخصیت معلوم ہوتے ہیں؛ اپنی علمیت کا اظہار برملا کرتے ہیں اور خود کو ذہین اور قابل جانتے ہوئے ہر موقعے پر اپنی اصلاح دینا ضروری سمجھتے اور یوں اِحساس برتری میں مبتلا رہتے ہیں۔ یوسفی ان کے مزاح سے متعلق رقم طراز ہیں:

> "پروفیسر قاضی عبد القدوس ظریف نہ سہی، ظرافت کے مواقع ضرور فراہم کرتے رہتے ہیں۔"(7)

پروفیسر صاحب اپنی ملازمتی ذمہ داریوں سے ہمیشہ غافل رہے اور سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ مضامینِ یوسفی کے مطالعے سے ان کی جو خوبیاں اور خامیاں ظاہر ہوئیں ان میں وہ سیدھے سادے، بہادر، ہمدرد، خود

انحصار، آزاد طبع, اعصابی طور پر کمزور، نرم دل اور شعر و شاعری کے شوقین انسان ثابت ہوئے ہیں۔ یوسفی کی رائے پروفیسر کی عادت واطوار کے حوالے سے ملاحظہ کیجیے:

"صرف تحقیق و تنقید پر موقوف نہیں، پروفیسر قاضی عبد القدوس غیر علمی و نجی معاملات اور مسائل میں بھی اپنے رویے اور طریق کار کو thorough سمجھتے ہیں۔ طبعاً اور اصولاً شکی اور وہمی واقع ہوئے ہیں۔ وہ ہر شخص کو برا سمجھتے ہیں تاوقتیکہ وہ خود کو اچھا ثابت نہ کردے! جب سے وہ ترقی پا کر پروفیسر کے گریڈ میں آئے ہیں اُن کی شخصیت میں ،بقول مرزا چند بنیادی اور ڈھانچوی تبدیلیاں رونما بلکہ خود نما ہوئی ہیں۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اُن کی vocabulary (لفظیات) متاثر ہوئی جو سوج پھول کر غبارہ بن گئی۔ روز مرہ گفتگو میں اب اتوار کو یک شنبہ، چنوں اور بیسن کو نخود، بیٹے اور پودینے کو پِسر اور نعنع، جوشِ جوانی کو غلیان و جنسی تہیجات، لطف و مہربانی کو ملاطفت، میاں بیوی کی باہمی نوک جھونک کو مُلاعنت، عام خط کو عطوفت نامہ، ہم لوگوں کو ابنائے زمانہ، ہم پیشہ اور ہم جِنسوں کو زاغ و زغن اور اپنے بیوی بچوں کو مکروہات دنیوی کہنے لگے۔"(8)

آغا تلمیذ الرحمٰن چاکسوی کو یوسفی نے کتاب "چراغ تلے" کے مضمون "یادش بخیریا" میں متعارف کرایا اور آغا کہہ کر مخاطب کیا۔ آغا پرانی سوچ یعنی ماضی پرستی (ناسٹلجیا) کا شکار انسان واقع ہوئے ہیں۔ یہ حال میں رہتے ہوئے ماضی کی خوب صورت یادوں میں کھویا رہنا پسند کرتا ہے۔ اسے پرانی چیزوں، پرانے دوستوں اور اپنے چاکسو (گاؤں) سے شدید لگاؤ ہے۔ حال سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہمیشہ ماضی کے سمندر میں غرق رہنا پسند کرتا ہے۔ لوگوں سے ملنے کا متمنی نہیں۔ اسی بنا پر جدت پسند یا نئے خیالات کے لوگوں سے مذاق کا نشانہ بنتے رہتا ہے۔ یوسفی، آغا کے ماضی پرستی کے متعلق بیان کرتے ہیں:

"یہ ایک چھوٹا سا نیم تاریک کمرہ تھا جس کے دروازے کی تنگی سے معاً خیال گزرا کہ غالباً پہلے موروثی مسہری اور دوسری بھاری بھرکم چیزیں خوب ٹھسا ٹھس جمادی گئیں، اس کے بعد دیواریں اٹھائی گئی ہوں گی۔ میں نے کمال احتیاط سے اپنے آپ کو ایک کونے میں پارک کرکے کمرے کا جائزہ لیا۔ سامنے دیوار پر آغا کی ربع صدی پرانی تصویر آویزاں تھی۔ جس میں وہ سیاہ گاؤن پہنے، ڈگری ہاتھ میں لیے، یونی ورسٹی پر مسکرا رہے تھے۔ اس کے عین مقابل، دروازے کے اوپر داداجان کے وقتوں کی ایک کاواک گھڑی ٹنگی ہوئی تھی جو چوبیس گھنٹے میں صرف دو دفعہ صحیح وقت بتاتی تھی۔"(9)

آغا تلمیذ الرحمٰن یوسفی کا نفسیاتی کردار ہے جو ماضی سے وابستہ یادوں سے جڑا ہے۔ آغا ہمیشہ خود کو صحیح مانتے اور جانتے یعنی خود کو عقلِ کُل سمجھتے ہیں۔ اپنی بات کو منوانے کے لیے عجیب و غریب دلائل پیش کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں دنیا میں تمام ترقی پچھلے وقتوں میں ہو چکی۔ یہاں تک کہ اُردو میں بھی سب کچھ پچھلے زمانوں میں لکھا جا چکا ہے۔ اس کردار کو سماج کی مٹتی ہوئی اقدار اور روایات کا امین کہنا بھی بالکل درست ہو گا۔ یوسفی، آغا کی خوش فہمی کے بارے میں کہتے ہیں:

"آغا نے یک لخت ماضی کے مرغزاروں سے سر نکال کر فیر کیا۔ "یادش بخیر کی بھی ایک ہی رہی۔ اپنا تو عقیدہ ہے کہ جسے ماضی یاد نہیں آتا اس کی زندگی میں شاید کبھی کچھ ہوا ہی نہیں۔ لیکن جو اپنے ماضی کو یاد ہی نہیں کرنا چاہتا وہ یقیناً لوفر رہا ہو گا۔ کیا سمجھے؟"(10)

شیخ صبغت اللہ، صبغے اینڈ سنز (سوداگران و ناشران کتب) کے مالک ہیں۔ یوسفی کا مضمون "صبغے اینڈ سنز" کتاب "خاکم بدہن" میں شامل ہے۔ صبغے کا کردار جدید تقاضوں کے مطابق خود کو تجارت کے پیشے میں ڈھلنے سے قاصر رہا یعنی تجارتی صلاحیتوں سے نابلد لیکن خود کو اس فن کا بہترین کتب فروش سمجھتے ہیں۔

"کتب فروشی ایک علم ہے برخوردار! ہمارے یہاں نیم جاہل کتابیں لکھ سکتے ہیں لیکن بیچنے کے لیے باخبر ہونا ضروری ہے۔"(11)

صبغے کتابوں سے عشق کی حد تک محبت اور قدر کرتے۔ دکان پر صرف اپنی پسند کے مصنفین کی کتابیں رکھتے تھے۔ ان کی دکان کم اور لائبریری زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ ان کے پسندیدہ شاعر غالبؔ تھے جس کا دیوان بیچنا پسند نہیں کرتے کہتے تھے کہ اس کے بغیر دکان سونی ہو جائے گی۔ گاہک کی اس درجہ عزت کرتے کہ انھیں کھلائے پلائے بغیر رخصت نہیں کرتے تھے۔ وہ سادہ طبعیت اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تھے اسی سبب لوگ ان سے فائدے اٹھاتے، ادیبوں پر طنز کرنے سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ زبان اور تلفظ کے بارے میں بڑے حساس واقع ہوئے تھے۔ جس شخص کا تلفظ غلط ہو تا اس کو کتاب بیچنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ اس حوالے سے ایک واقعہ ملاحظہ کیجیے:

"ان کے نک چڑھے پن کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص پوچھتا ہوا آیا "لُغَت ہے؟" لغت کا تلفظ اس نے لُطف، کے وزن پر کیا۔ انھوں نے نتھنے پھلا کر جواب دیا "اسٹاک میں نہیں ہے۔" وہ چلا گیا تو میں نے کہا "یہ سامنے رکھی تو ہے، تم نے انکار کیوں کر دیا؟" کہنے لگے یہ؟ یہ تو لغت ہے پھر یہ بھی کہ اس بچارے کا کام ایک لغت سے تھوڑا ہی چلے گا!"(12)

ضرغام الاسلام صدیقی ایم اے،ایل ایل بی، سینئر ایڈوکیٹ عرف ضرغوص اس مزاحیہ کردار کو یوسفی نے مضمون "ہل اسٹیشن" میں متعارف کرایالیکن یہ کردار صرف ایک مضمون تک محدود رہا۔انھیں یوسفی نے اپنا یونیورسٹی کا ساتھی بتایاہے یہ اکثر غائب دماغ رہتے۔ضرغوص کا علم پہاڑوں کے متعلق نہ ہونے کے برابر تھاپر خود کو بہت اعلیٰ پائے کا کوہ پیماں سمجھتے اور پہاڑوں کے سفر کا اہتمام بڑے طریقے سلیقے سے کرتے ہیں۔یوسفی، ضرغوص کے بارے میں کہتے ہیں:

> "بڑے وضعدار آدمی ہیں اور اس قبیلے سے ہیں جو پھانسی کے تختے پر چڑھنے سے پہلے اپنی ٹائی کی گرہ درست کرنا ضروری سمجھتاہے۔زیادہ تر کار سے سفر کرتے ہیں اور اسے بھی کمرۂ عدالت تصور کرتے ہیں۔چناچہ کراچی سے اگر کابُل جاناہو تو اپنے محلے کے چوراہے سے ہی درہِ خیبر کا راستہ پوچھنے لگیں گے۔"(13)

مشتاق احمد یوسفی نے اپنے ادب پاروں میں کرداروں کی ایک بڑی تعداد متعارف کرائی جن میں سے چند اہم تخلیقی کردار ہیں جو اس مضمون میں پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کردار مشترک خصوصیات رکھنے کے باوجود ایک دوسرے سے منفرد دکھائی دیے۔ ان کرداروں کے ذریعے یوسفی نے انسانی قدروں کو موضوع بنایا۔ ان کے یہ کردار زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی بلند حوصلہ، کشادہ دل، زندگی سے بھرپور، پُر امید اور خوش باش نظر آتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

1۔عابدہ نسیم، ڈاکٹر، آبِ گم کے کرداروں پر ہجرت کے اثرات کا مطالعہ مشمولہ: ماہ نامہ قومی زبان، دسمبر 2018ء، کراچی، ص199

2۔مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، مکتبہ دانیال 2008ء، کراچی، ص10

3۔پروفیسر جیلانی کامران، مشتاق احمد یوسفی اور عظیم ادب کی نشو ونما مشمولہ: مشتاق احمد یوسفی کچھ یادیں کچھ باتیں، امر شاہد (ترتیب وتدوین)، ص218

4۔مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، ص82

5۔ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، مشتاق احمد یوسفی۔ایک مزاح نگار مشمولہ: سہ ماہی سیپ، شمارہ نمبر 12 (خاص نمبر)، ص269

6۔مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، مکتبہ دانیال 1981ء، کراچی، ص93

7۔ایضاً، ص98

8۔مشتاق احمد یوسفی، شامِ شعرِ یاراں، جہانگیر بکس، لاہور، ص390

9۔ مشتاق احمد یوسفی، چراغ تلے، ص44

10۔ ایضاً، ص56

11۔ مشتاق احمد یوسفی، خاکم بدہن، ص23

12۔ ایضاً، ص27۔28

13۔ ایضاً، ص139-140

References in Roman Script:

1. Abida Naseem, Dr., "Aab-e-Gum ke Kirdaron Par Hijrat ke Asrat ka Mutala‘a," Mashmoola: *Mah-Nama Qaumi Zaban*, December 2018, Karachi, P. 199.
2. Mushtaq Ahmad Yousufi, Chiragh Talay, Maktaba e Daniyal, Karachi, 2008, P. 10
3. Prof. Jilani Kamran, "Mushtaq Ahmad Yousufi aur Azeem Adab ki Nash-wo-Numa," Mushtaq Ahmad Yousufi: Kuch Yaadein Kuch Baatein, Amar Shahid (Tarteeb wa Tadween), P. 218
4. Mushtaq Ahmad Yousufi, Chiragh Talay, P. 82
5. Muhammad Ahsan Farooqi, Dr., "Mushtaq Ahmad Yousufi :Aik Mazah Nigar," Mashmoola: Sah-Maahi Seep, Issue 12 (Khas Number), P. 269
6. Mushtaq Ahmad Yousufi, Khakam Badahan, Maktaba e Daniyal, Karachi, 1981, P. 93
7. Ibid., P. 98
8. Mushtaq Ahmad Yousufi, Shaam-e-Shehr-e-Yaran, Jahangir Books, Lahore, P. 390
9. Mushtaq Ahmad Yousufi, Chiragh Talay, P. 44
10. Ibid., P. 56
11. Mushtaq Ahmad Yousufi, Khakam Badahan, P. 23
12. Ibid., PP. 27–28
13. Ibid., PP. 139–140